نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

غلام احمد قادیانی

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۶ ششماہی للعہ سہ ماہی عہ

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۵۴ ۔ مورخہ ۷ رنومبر ۱۹۲۵ء یوم شنبہ مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ۔ جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت ناساز رہی ۔ حضور سر میں درد اور دل کی کمزوری کے باعث نمازوں کے لئے مسجد میں نہ آسکے آج ۵ رنومبر آرام ہے ۔ خاندان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے خیریت ہے ؁

جناب چودہری فتح محمد صاحب گورداسپور سے واپس تشریف لے آئے ہیں ؁

انتظامات جلسہ کے لئے منتظمین مقامی اصحاب کی خدمات حاصل کر رہے ہیں ؁

اِنتقال پُرملال
افریقہ کے چیف مہدی کی وفات

تار خبر

میرے پیارے دوست سلسلہ عالیہ کے مخلص خادم فینٹی مسلمانوں کے رئیس الرؤسا چیف مہدی کا ۱۹ ر اکتوبر کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مہدی مرحوم کے انتقال پرملال کی خبر مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم مبلغ احمدیت گولڈ کوسٹ نے تار کے ذریعہ دی ہے ؁

مہدی کی سعادت

اشانٹی کے بادشاہ پرامپا دنے جب فینٹی قوم کو تنگ کیا ۔ اور سرکار انگریزی نے فینٹی لوگوں کی مدد کر کے اشانٹی پر حملہ کیا ۔ اور نائجیریا سے مسلمان ہوسا لوگوں کی فوج آئی تو اس وقت فینٹی لوگوں کو اسلام کا علم ہوا ۔ اور جو نوجوان سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوا ۔ مصلحت ربی سے اس کی سعادت دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ہوسا معلم کے دل میں یہی ڈالا ۔ کہ اس نو مسلم کو "مہدی" کا نام دے ۔ مہدی نے اپنے گاؤں ایکرافول کو مرکز بنا کر تبلیغ کا کام شروع کیا اور ۱۹۰۲ء تک ۱۵۰ نو مسلم بنا لیئے ۔ اور ایکرافول میں ایک مدرسہ اسلامیہ بھی کھولدیا ۔ اس عرصہ میں اور ہوسا و لیگوشن مسلمان نائجیریا سے آگئے ۔ اور مدرسہ میں سرکاری مسیحی مدرس نے بائبل پڑھانی شروع کر دی ۔ اُسے دیکھ کر مہدی نے مدرسہ کو توڑ وا دیا ۔ تا لوگ مسیحی نہ ہو جائیں اور تبلیغ جاری رکھی ۔ جس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتا فہ ہوتا گیا ۔ لیکن ہوسا لوگوں کے نمونہ کا مسیحی مبلغین کے ساتھ مقابلہ کرنے اور بُت پرستوں کے اس خیال نے کہ اسلام سیاہ آدمیوں کا مذہب ہے ۔ سفید آدمیوں کا مذہب نہیں ۔ مہدی کو بے چین کر دیا ۔ اور فینٹی مہدی اب حقیقی مہدی معہود کی تلاش کرنے لگا ؁

گوہر مقصود مل گیا

مغربی افریقہ میں کچھ شامی مسیحی دکاندار رہتے ہیں ۔ جو اسلام کے سخت دشمن

ہیں۔ خوبیٔ قسمت سے ان کے ساتھ ایک مسلمان شامی سوداگر بھی آ گیا۔ اور وہ لنڈن کے راستہ افریقہ جاتے ہوئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو لنڈن میں لٹریچر تقسیم کرتے دیکھ گیا تھا۔ اور اس نے بھی ایک کاغذ لے لیا تھا۔ جس پر لنڈن مشن کا پتہ تھا۔ یہ خبر منتظر مہدی کو مسٹر پیڈرو نام ایک لیگوشن نے پہنچا دی۔ اور مسٹر پیڈرو نے مہدی کی طرف سے [illegible] خط و کتابت شروع کر دی۔ اور حضرت مفتی صاحب [illegible] کا انتظام کیا۔ مگر خدا کو منظور تھا۔ کہ مہدی کا پیغام افریقہ کے مغرب میں نیّر کے ذریعے پہنچے۔ چنانچہ نائیجیریا جانے سے قبل عاجز گولڈ کوسٹ پہنچا۔ اور ۱۹ مارچ ۱۹۲۱ء کو مہدی اور دوسرے رؤسا نے معہ اپنے رفقاء اور مزید نومسلموں کے چار ہزار کی تعداد میں سلسلہ حقہ احمدیہ میں داخل ہو کر گوہر مقصود پا لینے کا اعلان کر دیا۔

ملاقات کا دن

میں ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء کو ساحل گولڈ کوسٹ پر اُترا تھا۔ میرے استقبال کے لئے ساحل سمندر پر صرف ایک نیم عیسائی لیگوشن مسٹر پیڈرو اور سپرنٹنڈنٹ پولیس موجود تھے۔ ۱۰ مارچ ۲۱ء تک میں سالٹ پانڈ میں رہا۔ اور چیف مہدی اس عرصہ میں اپنے آدمی بھیج کر میرے پہنچنے کی تصدیق کر کے دوسرے رؤساء کو اطلاع دیتے رہے۔ اور آخر ۱۱ مارچ ۲۱ء جمعہ کا دن ملاقات کے لئے مقرر ہوا۔ اور میں صبح کو موٹر میں ایکرافول روانہ ہوا۔ میری ڈائری میں اس دن کے نیچے مندرجہ ذیل کلمات درج ہیں:۔

دوسفر ایکرافول (Kraful ج) موٹر والے کو ۳ پونڈ ۵ شلنگ۔ دونو طرف سبز جھاڑیاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیدنا محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت۔ امیر احمدیہ کی تقریر کہ اسلام کس طرح سیکھا۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس کا شکریہ کہ سفید مولوی زندگی میں دیکھ لیا۔

میرا جواب "تسلی" کہ اب میں آ گیا ہوں۔ کام انشاء اللہ ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام۔ خطبہ جمعہ عربی میں۔ نذریں انڈے۔ یام اور ایک بھیڑ۔ ۲/۱ ۱ میل سفر"

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے

جب میں موٹر میں جا رہا تھا۔ جیسا کہ ڈائری سے ظاہر ہے۔ تو اس وقت مجھے رسول پاک صلعم و مسیح موعودؑ اور خلفائے مسیح موعود علیہ السلام اپنے ساتھ دکھائے گئے۔ اور جب میں ایکرافول پہنچا۔ مہدی سے ملاقات ہوئی۔ تو اس نے باچشم پُرآب سنایا کہ "جس دن آپ سالٹ پانڈ پہنچے۔ اس سے پہلی رات میں نے دیکھا۔ کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے حجرہ میں آئے ہیں۔"

مہدی مرحوم میں روحانیت تھی۔ اس میں اخلاص تھا اس میں اسلام کا درد تھا۔ اور تاریک براعظم میں تاریکی کے درمیان مہدی ایک روشن ستارہ تھا۔ وہ بوڑھا تھا۔ مگر جوانوں کا حوصلہ رکھتا تھا۔ اگر مہدی مضبوط نہ ہوتا تو مسیحی اور پادریوں اور حکام کی خفیہ و ظاہر، ہوسا و لیگوشن لوگوں کی مخالفت اور ریشہ دوانیاں ایسی تھیں کہ گولڈ کوسٹ میں اسلام کو بہت نقصان پہنچتا۔ میرے جانے سے قبل سرکاری حکام کو ہدایت تھی۔ کہ اشاعت اسلام میں حتی الامکان روکاوٹ پیدا کی جائے۔ بوڑھا مہدی اس میدان میں چٹان ثابت ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دستگیری کر کے اسے زندگی میں دکھا دیا۔ کہ اس کے ذریعہ لگا ہوا بیج بار آور ہو رہا ہے۔ چیف مہدی کی عمر قریباً ۹۰ برس ہو گی۔ مرحوم کے کوئی اولاد نرینہ نہیں۔ برادر زادگان ہیں۔ وہ احمدی ہیں۔ اور پھر احمدیہ دار التبلیغ ہے۔ جو انکی یادگار رہے۔ خدا اُسے غریق رحمت کرے ؏

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

افسوس! کہ میں زندگی میں مہدی کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش پوری نہ کر سکا۔ مگر میں اللہ سے اُمید رکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچ کر جن لوگوں کو میں شوق سے دیکھنے کا منتظر ہوں گا۔ ان میں بوڑھا مہدی سب سے پہلے ہو گا۔ الٰہی! گولڈ کوسٹ میں بہت سے مہدی اور ایسے لوگ پیدا کر۔ اور ہمیں نعم البدل عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔ (نیّر)

مزید ملکانوں کی توبہ

ہمارے مبلغ ڈاکٹر نور احمد صاحب کی سعی اور کوشش سے موضع نوگاواں ضلع متھرا میں جو کہ آریہ اشدھی کا مرکز تھا۔ مندرجہ ذیل ملکانوں نے اشدھی توڑ کر اسلام قبول کیا:۔

(۱) بچے سنگھ بمعہ اہل و عیال ۴ کس (۲) کھڑک سنگھ بمعہ اہل و عیال ۴ کس (۳) حنوبی بمعہ اہل و عیال ۵ کس (۴) چھندا بمعہ اہل و عیال ۲ کس (۵) بھرتی ۱ کس (۶) بدھی ۱ کس۔ (۷) بھیما بمعہ اہل و عیال ۴ کس (۸) رام سنگھ بمعہ اہل و عیال ۴ کس (۹) لچھمن ۱ کس (۱۰) موہدی بمعہ اہل و عیال ۶ کس۔

کل میزان ۳۱ کس۔

دفتر صیغہ دعوت و تبلیغ۔ قادیان دارالامان

جماعت احمدیہ ماریشس کا ایثار

تحریک ایک لاکھ کے متعلق یہاں کی جماعت نے کچھ رقم جمع کی تھی۔ جس کے متعلق صوفی غلام محمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور تحریر کیا۔ کہ اس قدر رقم تحریک ایک لاکھ کے لئے جمع ہوئی ہے۔ حضور فرمائیں تو ارسال کی جائے۔ اور ساتھ ہی جناب صوفی صاحب نے مسجد دار السلام روز ہل کے قرضہ کے متعلق بھی عرض کیا تھا۔ جس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم تمہیں چندہ خاص معاف کرتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ جو قرضہ مسجد دار السلام روز ہل پر تین ہزار باقی ہے۔ وہ فوراً اُتار دیا جائے۔ سو خدا کے فضل و کرم سے ہماری غریب جماعت نے مسجد دار السلام کو قرضہ سے آزاد کرا لیا ہے۔ اب ہمارا یہ ارادہ ہے۔ کہ جس جس مقام میں ہماری جماعت کی زیادہ تعداد ہے۔ یعنی مقام سینٹ پیر ترےولے۔ فینکس۔ ان میں مسجدیں بن جائیں۔ اور یہ بھی ارادہ ہے۔ کہ ایک مکان ماریشس کا جو سب سے بڑا شہر پورٹ لوئی ہے۔ اس میں لیا جائے۔ جس میں تبلیغ کا کام شروع کیا جائے اور جمعہ کے دن وہاں پر نماز جمعہ ہوا کرے۔ سب احباب ہماری غریب جماعت احمدیہ ماریشس کی ہر طرح کی ترقی کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ ہمارے ان نیک ارادوں کو مولا کریم پورا کرے۔ امین۔ احباب کی دعاؤں کا محتاج

خاکسار محمد احسان صدیقی۔ مبلغ دوئم۔ ماریشس

جلسہ سالانہ کے چندہ کے متعلق اعلان

میں اخبار الفضل کی ایک گذشتہ اشاعت میں جلسہ سالانہ کی ضروریات کی ایک فہرست اور تحریک شائع کرا چکا ہوں اب مزید یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ جلسہ سالانہ کی اجناس کی فراہمی کے لئے ناظر ضیافت اور ناظر بیت المال ملکر کام کرینگے۔ اس لئے میری تحریک کے جواب میں خواہ دفتر جلسہ سالانہ کے نام خواہ نظارت بیت المال کے نام خط لکھیں۔ بہر صورت مشترکہ طور پر جواب دیا جائے گا۔ اور کام کو زیادہ متحد کرنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ میری تحریک کا جواب نظارت بیت المال کے دفتر میں روانہ فرمائیں۔ وقت تنگ ہے۔ جلد سے جلد جواب عنایت فرمائیں۔

سید محمد اسحٰق

ناظر ضیافت۔ قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
یوم شنبہ - قادیان دارالامان - ۷ نومبر ۱۹۲۵ء

جماعت احمدیہ کا جدید نظام عمل

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

(نمبر ۴)

کامیابی کے لئے سب سے پہلی چیز اطاعت ہے۔ ولایت میں فوج کے انتظام کا میں نے ایک واقعہ پڑھا تھا۔ فوج کا دستہ کہیں جا رہا تھا۔ ایک افسر نے ایک سپاہی سے کہا تم ٹھیک نہیں چل رہے۔ ٹھیک قطار میں چلو۔ سپاہی دراصل ٹھیک چل رہا تھا۔ اس نے کہا۔ میں ٹھیک چل رہا ہوں۔ اگرچہ افسر کی غلطی تھی۔ لیکن اس نے کہا۔ آگے سے جواب دینے کی جو گستاخی تم نے کی ہے۔ اس کی وجہ سے تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔ یہ کہکر اسے حراست میں دیدیا گیا۔

اسی طرح کے کئی واقعات ہوتے ہیں۔ گذشتہ لڑائی کے ایام میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی جو سگنل کمپنی تیار کی گئی تھی۔ اور جس میں ہمارے شمشاد علی صاحب بھی تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی پانچ چھ احمدی تھے۔ انہوں نے سنایا۔ ایک احمدی کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ کہ تار کے کھمبے لگوا دو۔ اس کے متعلق ایک افسر نے کرنل کے پاس رپورٹ کی۔ کہ اس نے سستی کی ہے۔ اسپر شمشاد علی صاحب کو مقرر کیا گیا۔ کہ تحقیقات کریں۔ اس نے سستی کی ہے یا نہیں۔ انکی تحقیقات پر ثابت ہوا۔ کہ اس نے سستی نہیں کی۔ مگر چونکہ اس نے یہ لکھا تھا۔ کہ افسر نے میرے خلاف غلط لکھا ہے اس لئے اس وجہ سے اسے سزا دی گئی۔

غرض فوج میں اطاعت کا ایسا سبق سکھایا جاتا ہے کہ انسان مشین کی طرح بن جاتے ہیں۔ انہیں اپنے فرائض بجالانے کی ایسی عادت ہو جاتی ہے۔ جو باتیں دوسرے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ کر لیتے ہیں۔

امریکہ کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ سول وار میں ایک نوجوان کو پہرہ پر مقرر کیا گیا۔ جو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ افسر اس کا پہرہ بدلنا بھول گئے۔ اور تیسرے دن وہ تھکاوٹ سے بالکل چور ہو گیا۔ اور ایک کھمبے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اسپر اسے اونگھ آگئی۔ اتفاق سے ایک معائنہ کرنے والا افسر اسوقت آگیا۔ اور اس حالت میں اُسے دیکھ لیا۔ اسپر وہ پکڑا گیا۔ اور مقدمہ چلایا گیا۔ اسکی ماں نے رحم کی درخواست کی۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ لکھا ہے فیصلہ دیتے وقت افسر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور اس نے لکھا۔ گو یہ ماں کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اور تھکاوٹ سے سخت چور ہو کر اس سے یہ حرکت ہوئی۔ مگر اسے اس کے سوا کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ کہ اسے گولی سے مار دیا جائے۔

یہی وہ بات ہے۔ کہ یورپین لوگ ساری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور اسی میں ان کی کامیابی کا راز ہے۔ پس جب تک کامل اطاعت اور پورا تعاون نہ ہو۔ اس وقت تک کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کجا وہ قوم جو تجربہ میں۔ وسائل میں اور تعداد میں بہت ہی قلیل ہو وہ کامیاب ہو سکے۔ پس آپ لوگوں کو ایک نصیحت تو میں یہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے تعاون اور اطاعت کا مادہ پیدا کرو۔ مجھے یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس کی بہت کمی ہے۔ جب کوئی افسر کسی سے باز پرس کرتا ہے۔ تو جواب میں درشت کلامی سے کام لیا جاتا ہے۔ کم از کم مجھے جو رقعہ لکھا جاتا ہے۔ اس میں یہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ فلاں میرا ہمیشہ سے دشمن ہے۔ ہمیشہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتیں اس لئے زیادہ جہنم میں جائینگی۔ کہ خاوندوں کا کفر کرتی ہیں۔ یہی حال ماتحت کارکنوں کا نظر آتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ نتیجہ ہے۔ غلامی اور ماتحت رہنے کا کہ ان میں عورتوں والے اخلاق پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کبھی نیک معاملہ ان سے نہیں کیا گیا۔ چونکہ برداشت کا مادہ ان لوگوں میں بہت کم ہے۔ اس لئے جھگڑے بڑھ جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایک دفعہ ظلم بھی برداشت کرے۔ تو دوسری دفعہ ظلم کرنیوالے کو خود شرم آجائیگی۔ حالانکہ بسا اوقات قواعد کی پابندی کرائی جاتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسری طرف یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جو بڑے کارکن ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم سے قواعد کی پابندی نہ کرائی جائے یہ بھی غلط خیال ہے۔ اگر وہ قواعد کی پابندی نہیں کرینگے۔ تو چھوٹے کیوں کرینگے۔ کہتے ہیں۔ ایران کا بادشاہ کہیں گیا۔ تو اس کے لئے کوئی شخص انڈے لایا۔ مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ اگر میں انڈے لے لوں گا۔ تو کل سرکاری ملازم تم سے ڈنبے لینگے۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ بڑوں سے قواعد کی پابندی نہ کرائی جائے۔ ان کے لئے تو زیادہ پابندی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اگر کسی رعایت کا کوئی شخص مستحق ہو سکتا ہے تو وہ چھوٹا کارکن ہے۔ جس کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ پس میں بڑوں سے کہتا ہوں۔ کہ قواعد کی پابندی سختی کے ساتھ کریں اور چھوٹوں سے کہتا ہوں۔ کہ اطاعت کا وہ نمونہ دکھائیں کہ یورپ کی فوج بھی ان کے سامنے مات ہو جائے۔

پھر آپس کا تعاون اس طرح ہو۔ کہ ہر ایک سمجھے۔ یہ میرا کام ہے۔ مگر باوجود اس کے جو کام دوسرے کے سپرد ہو۔ اس میں دخل نہ دے۔ اس کے بغیر تعاون نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی کام خراب ہونے لگے۔ تو جسے اس کی خرابی معلوم ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہو۔ اور ہر طرح امداد دے۔ اور جب کام ٹھیک چلنے لگے۔ تو علیحدہ رہے۔ وہ کارکن جس کے سپرد کوئی کام ہو۔ اگر تمہارے کسی مشورہ یا امداد سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ تو اس سے تمہیں بد دل نہ ہونا چاہیئے اگر وہ تمہارے مشورہ کو غلط اور غیر مفید سمجھکر ۹۹ دفعہ بھی رد کرتا ہے۔ تو بھی تمہارا حق نہیں ہے۔ کہ سوویں دفعہ اسے مشورہ دینے کے لئے نہ جاؤ۔ اس نے اگر ۹۹ دفعہ تمہارا مشورہ رد کیا ہے۔ تو اپنا وہ حق استعمال کیا ہے۔ جو اس کام کے متعلق اسے دیا گیا ہے۔ تمہارا فرض یہی ہے۔ کہ ہر ضرورت کے موقعہ پر مشورہ دیتے جاؤ۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ ۹۹ فیصدی لوگ ایسے ہیں۔ کہ جب وہ کسی کو مشورہ دیتے ہیں۔ اور وہ نہیں مانتا۔ تو آئندہ مشورہ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کسی کام کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اگر ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کے اس خیال کا کہ وہ دوسرے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ نہ کہ تعاون۔ اگر ان کی غرض تعاون ہوتی۔ تو خواہ سو دفعہ بھی ان کا مشورہ رد کیا جاتا۔ پھر بھی وہ پیش کرتے۔

پس آپ لوگوں کو میں ایک نصیحت تو یہ کرتا ہوں کہ آپس میں

تعاون سے کام کریں۔ اور اس طرح مشورہ پیش کریں۔ کہ خواہ ہزار دفعہ بھی رد کیا جائے۔ پھر بھی آپ اپنا فرض ادا کرنے سے باز نہ رہیں۔ اور ہر ضرورت کے وقت خدمات پیش کرتے رہیں۔ خواہ ہزار دفعہ ان سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے ؂

اس کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تعاون دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذہنی۔ یعنی جو کام کرنے والا ہے اس کے بارہ میں سہولتیں پیدا کی جائیں۔ ہمارے ہاں یہ تعاون بہت کم ہے۔ اور یورپ میں بہت زیادہ ہے۔ وہاں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بات غلط ہے۔ مگر کہتے ہیں۔ جو شخص کر رہا ہے وہ چونکہ اس فن کا ماہر ہے۔ اس لئے یہی سمجھو کہ ٹھیک کرتا ہے۔ اور دوسروں سے بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ تم بھی اس کے متعلق یہی سمجھو۔ مگر یہاں ذہنی تعاون بالکل ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ لوگوں کے جذبات کسی کام کرنے والے کی تائید میں پیدا کئے جائیں۔ اس کے خلاف باتیں مشہور کی جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر اس کے کام میں خرابی نہ ہو۔ تو بھی عام لوگوں کو خرابی نظر آنے لگتی ہے۔ اور کام کرنے والا لوگوں کے اعتراضات بڑھ جانے کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے۔ اور اس کے گھبرانے سے کام خراب ہو جاتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنے والے کہہ دیتے ہیں۔ ہم نہ کہتے تھے۔ فلاں شخص کام خراب کر دیگا اب دیکھ لو۔ ایسا ہی ہوا ہے ؂

کسی کام اور طریق کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جو فیصلہ ہو۔ اس کی پوری پوری مطابقت کی جائے تا وقتیکہ وہی فیصلہ کرنے والی جماعت یہ فیصلہ نہ کرے کہ ہم سے یہ غلطی ہو گئی تھی۔ جس کی اصلاح کی جاتی ہے دیکھو ولایت میں مزدور پارٹی کے خلاف اُمراء کو اس قدر غصہ تھا۔ کہ جس کی حد نہیں۔ اور مزدوروں نے برسراقتدار ہو جانے کے زمانہ میں ایسے قانون بنائے۔ جو پہلے نہ تھے مگر جب ان کے بعد اُمراء کی پارٹی حکمران ہوئی۔ تو اس نے مزدور پارٹی کے قوانین بدلے نہیں۔ بلکہ ان کی ذمہ واری اُٹھائی ہے۔ اگر ان پر کوئی اعتراض کرتا ہے۔ تو خود جواب دیتے ہیں۔ سو یہ ذہنی تعاون ہے۔ کہ جب کوئی تجویز پاس ہو جاتی ہے۔ تو سارے لوگ اسے صحیح سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اسے کامیاب بنانے میں امداد دینے لگ جاتے ہیں۔

دوسرا تعاون عملی ہے۔ یعنے جو کام کرنے والے ہوں ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے۔ یہ کئی طرح ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی دوسرے دفتر کا کام ہوا۔ تو وہ کر دیا۔ اب تو یہ حالت ہے۔ کہ میرے پاس اس قسم کی چٹھیاں آئی ہیں۔ کہ ہم قادیان میں چندہ لے کر گئے۔ مگر کوئی لینے والا نہ تھا۔ اس لئے واپس لے آئے۔ ایسے لوگوں نے کسی سے تو پوچھا ہو گا۔ خواہ وہ یہاں کا دودھ بیچنے والا ہی ہو۔ کہ کہاں چندہ جمع کرایا جائے۔ اس کا بھی فرض تھا کہ اس رنگ میں اس کی مدد کرتا ؂

اس تعاون میں اخبار والوں کی ذمہ واری بہت زیادہ ہے۔ یورپ میں جو قومی معاملہ ہو۔ اس میں ساری پارٹیوں کے اخبارات اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہی کابل کا واقعہ تھا۔ تمام پارٹیوں کے اخبار زبانی ہمارے آدمیوں سے کہتے تھے۔ کہ بڑا ظلم ہوا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ ہم اس کے خلاف لکھنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی کابل کے متعلق جو پالسی ہے۔ اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسوقت لیبر پارٹی برسر حکومت تھی جو چاہتی تھی۔ کہ افغانستان کے ساتھ صلح رکھی جائے۔ دوسرے لوگ اگرچہ صلح کے حامی نہ تھے۔ مگر وہ خود کابل کے خلاف کچھ نہ لکھتے تھے۔ تاکہ برسراقتدار پارٹی کی پالسی کو نقصان نہ پہنچے۔ یہ کہتے تھے۔ کہ خبر کے طور پر شائع کر دینگے۔ اور جرمنی کے اخبارات نے تو اتنا بھی نہ کیا۔ کیونکہ وہ اسے وہاں کی حکومت کی پالسی کے خلاف سمجھتے تھے ؂

مگر ہمارے اخبارات میں یہ بات نہیں۔ ان میں ایسے مضامین تو چھپ جاتے ہیں۔ جن کی کوئی قیمت اور کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ مگر ایسے ضروری مضامین جن سے جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ اس لئے نہیں چھپتے۔ کہ وہ الفضل یا فاروق یا الحکم میں چھپ گئے ہیں۔ حالانکہ دنیا کے کونسے اخبارات ہیں۔ جن میں ایک جیسی باتیں نہیں چھپتیں۔ پریس میں اس قدر تعاون ہونا چاہیئے کہ جو بات لیں۔ اسپر شور مچا دیں۔ آریوں کے اخبارات کو میں نے دیکھا ہے۔ اس قدر شور مچاتے ہیں کہ گورنمنٹ بھی مجبور ہو جاتی ہے ؂

غرض دو قسم کا تعاون ہے۔ اور وہ یہ کہ بدخبر پھیلانا اور نہ پھیلنے دینا۔ مگر یہاں کثرت ایسے لوگوں کی ہے۔ جو یا تو بدخبر پھیلاتے ہیں۔ یا خبر سنکر خموش چلے جاتے اور ایسے لوگوں کا مقابلہ نہیں کرتے ؂

کیا آریہ ساگ پات بھی چھوڑ دینگے؟

آریہ سماجی اصحاب گوشت خوری اس بنا پر معیوب قرار دیا کرتے ہیں۔ کہ اس سے جیو ہتیا ہوتی ہے۔ اور ایک جاندار کو حق نہیں ہے۔ کہ دوسرے جاندار کی جان لے۔ اس وجہ سے وہ گوشت خوری کی بجائے سبزی استعمال کرنے کی تلقین کرتے۔ اور اسے اپنے مذہب کی بہت بڑی خوبی قرار دیتے ہیں۔ مگر اب ایک بہت بڑے ہندو ہی نے تحقیقات کر کے یہ اعلان کیا ہے کہ سبزی میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ چنانچہ اخبار "آریہ گزٹ" (۲۹ ر اکتوبر) لکھتا ہے :-

"آج تک لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ صرف انسانوں اور حیوانوں میں ہی قوت احساس ہوتی ہے۔ لیکن اب سر جگدیش چندر بوس نے اپنے تجربات کے ذریعہ اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ پودوں میں بھی انسانوں اور حیوانوں کی مانند احساس کا مادہ موجود ہے۔ اور اگر ایک انسان پودے کو چھوئے۔ تو اسپر ایک خاص قسم کا اثر ہوتا ہے جو حس دماغ تک پہنچتی ہے۔ اور پودا درد بھی محسوس کرتا ہے۔"

اب جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ تو کیا آریہ اور ہندو صاحبان جو اس لئے گوشت خوری کے خلاف ہیں کہ اس سے جیو ہتیا ہوتی ہے۔ وہ سبزی کھانا بھی چھوڑ دینگے اگر نہیں تو کیوں؟ جیو ہتیا کا اصول پودوں کے متعلق کیوں وہ قابل عمل نہیں سمجھتے۔ جبکہ پودے بھی درد محسوس کرتے ہیں۔ مگر وہ بڑے مزے سے ان کا استعمال کرتے ہیں ؂

خواجہ حسن نظامی صاحب کا کمال

ایک گذشتہ پرچہ میں خواجہ حسن نظامی صاحب کو ایک ہندو نے جو چیلنج دیا ہے۔ اس کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے ہندو پروفیسر کے کرتب دیکھنے پر تو آمادگی ظاہر کی ہے۔ لیکن اپنی کوئی کرامت دکھانے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"اس جلسہ میں صرف آریہ کا کمال دیکھا جائے گا۔ یہ ضرورت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان سے بھی کمال دکھانے کا مطالبہ کریں۔" (منادی ۳۰ ر اکتوبر)

مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیوں مطالبہ نہ کریں۔ اور خواجہ صاحب اس مطالبہ کو کیوں پورا نہ کریں۔ کیا انہیں اپنے وہ اعلان یاد نہیں رہے۔ جو شائع کرتے رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کو اپنے کمال دکھانے کا بیاذریعہ موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اور جو لوگ کمال دکھانے کا نہ صرف وقتاً فوقتاً اعلان کرتے رہے ہیں۔ بلکہ چیلنج دیتے رہے ہیں انہیں ضرور دکھانا چاہیئے۔ ورنہ کہا جائیگا۔ کہ ان کے تمام دعاوی در باطن ہیچ کے مصداق ہیں۔ وہ صرف دعویٰ کرنا جانتے ہیں جسے کبھی پورا نہیں کر سکتے اگر ہندو پروفیسر صاحب کے مقابلہ میں خواجہ صاحب بھی اپنے کمال دکھانے کے لئے تیار ہو گئے جس کے لئے انہیں ضرور تیار ہونا چاہیئے۔ تو خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت مرزا صاحب نے مبعوث ہو کر کیا کیا؟

نمبر (۶)

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

میں نے بعض پچھلے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض کام جو یتلوا علیھم آیاتہ کے ماتحت تھے۔ بیان کئے تھے۔ آج میں پھر اسی حصہ آیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور کام بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آیات اللہ سے مراد

تمام وہ چیزیں ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کیونکہ آیت کے معنی دلیل کے ہیں۔ اور دلیل کے معنی وہ چیز ہے۔ جو اور چیز کی طرف راہ نمائی کرتی اور اس کا پتہ دیتی ہو۔ پس ہر وہ چیز جو خدا تعالےٰ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا پتہ دیتی ہے۔ آیت کہلاتی ہے۔ اسی لئے کلام الٰہی کو آیت کہا جاتا ہے۔ اور اس کے ہر ٹکڑے کا نام بھی آیت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے تمام جملے اور فقرے آئتیں کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ہر جملہ خدا تعالےٰ کی طرف دلالت کرتا ہے۔ اور اس کی طرف راہ نمائی کرتا ہے قرآن کریم کا کوئی حصہ اور کوئی ٹکڑا ایسا نہیں۔ جو اپنی ذات میں ایسے کمال اور ایسی خوبیاں نہ رکھتا ہو۔ جو خدا تعالےٰ کی ذات پر دلالت نہ کرتی ہوں۔ اور کوئی حصہ نہیں۔ جو خدا تعالےٰ کا پتہ نہ دیتا ہو۔

پس قرآن کریم کے تمام ٹکڑے آئتیں کہلاتی ہیں۔ اسی طرح جس قدر خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام نازل ہوتے ہیں۔ وہ بھی چونکہ خدا کی طرف راہ نمائی کرتے اور انسانوں کو پاک بناتے ہیں۔ اس لئے آیات کہلاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے انبیاء آیت کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی خدا کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں ایسی یہی وجہ ہے کہ معجزات بھی آیات کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان سے بھی خدا کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

اب میں اس

تلاوت آیات

کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے کلام الٰہی کی کی ہے۔ اور جس سے ایک طرف تو بہت سی غلطیوں کی اصلاح ہو گئی ہے۔ اور دوسری طرف بہت سے نئے علوم معلوم ہوئے ہیں۔

پہلی اصلاح

جو حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم اور کلام الٰہی کے ذریعہ کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں یہ عام عقیدہ رائج ہو گیا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی اور الہام بند ہو گیا ہے۔ اور لوگ اس عقیدہ پر اس قدر پختہ تھے۔ کہ اگر کہیں وحی کا لفظ ایسے کلام کے متعلق جو کسی انسان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہو۔ بولا جائے۔ تو معاً کفر قرار دے دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ہم چند آدمی وفد کے طور پر ہندوستان کے عربی مدارس دیکھنے کے لئے گئے۔ جس وقت ہم اس دورہ کے لئے نکلے۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ میں

ندوہ کا جلسہ

تھا۔ جس میں سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار صدارت کے لئے مصر سے آئے تھے۔ ہم نے اپنے دورہ کے دنوں میں سے وہ دن لکھنؤ کے لئے رکھے۔ جو ندوہ کے جلسہ کے دن تھے۔ کیونکہ ہم ندوہ کی تعلیمی کوششوں کو جاننا چاہتے تھے۔ جو ہمارے وفد کا مقصد تھا۔ ندوہ والوں نے چاہا۔ کہ ہم ان کے مہمان ٹھہریں۔ پہلے تو ہم نے انکار کیا۔ لیکن جب انہوں نے کہا۔ اس طرح ہماری دل شکنی ہو گی۔ تو ہم نے منظور کر لیا۔ جلسہ کے دو دن ہم انہیں کے ہاں ٹھہرے۔ جس کمرہ میں ہمیں ٹھہرایا گیا۔ اسی میں ایک اور صاحب جو پنشنر سشن جج اور کانپور کے رہنے والے تھے۔ بھی تھے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا۔ جو بی۔ اے تھا یا بی۔ اے میں پڑھتا تھا۔ عام لوگوں کو علم تو ہو چکا تھا۔ کہ ہم قادیان سے آئے ہیں۔ اس لئے وہ ہم سے باتیں کرنے کے لئے آتے تھے۔ ان میں سے

ایک ندوہ کا عالم

بھی تھا۔ ندوہ کو آزادئ خیال کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور کہا جاتا تھا۔ کہ وہ خیال یا وہ رسوم جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کے خلاف ہوں۔ یہ لوگ انہیں ترک کر چکے ہیں۔ ایسے وسیع الخیال لوگوں کے مدرسہ کا مدرس آیا۔ اور اس نے آتے ہی جو سوال کیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ درست ہے۔ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوتی تھی۔ میں نے کہا ہاں۔ اس پر جھٹ اس نے یہ سوال کیا۔ کیا امت محمدیہ کے اجماع کے مطابق

وحی کا سلسلہ رسول کریمؐ کے بعد

جاری ہے۔ اس پر میں نے کہا۔ امت محمدیہ کا اجماع ایسا سوال ہے۔ جس کا حل ناممکن ہے۔ کون ایسا انسان ہے جو ہر زمانہ کے ہر انسان سے ملا ہو۔ اور اس سے اس کا عقیدہ دریافت کیا ہو۔ پس اجماع خیالی بات ہے۔ پھر اجماع کیا۔ ایک آدمی بھی اگر قرآن کریم کے مطابق کوئی بات کہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اسے مانیں۔ اس لئے ہمیں قرآن کریم پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ وحی کا سلسلہ جاری بتاتا ہے۔ یا بند۔

اس پر اس نے کہا۔ آپ عجیب تاویلیں کر کے میرے سوال سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہاں قرآن کا کیا سوال ہے۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کا عقیدہ کیا ہے۔ اور کیا آپ مسلمان نہیں؟

میں نے کہا مسلمان وہ ہوتا ہے جو قرآن کو مانے اور میں ایسا ہی مسلمان ہوں۔

اس پر جھلا کر کہنے لگا۔ میں نے کیسا صاف اور سیدھا سوال کیا تھا۔ کہ علماء نے سلسلہ وحی کے جاری رہنے کے متعلق کیا کہا ہے [illegible] قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ میرا بھی بالکل سیدھا جواب ہے۔ کہ قرآن کریم نے جاری رکھا ہے۔ بند نہیں کیا۔

اسی کے متعلق گھنٹہ بھر تک وہ باتیں کرتا رہا۔ میں کہوں ہم کسی مولوی کے پابند نہیں۔ ان کے آپس میں بے حد اختلافات ہیں۔ قرآن کو دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ اور وہ کہے۔ آپ قرآن کیوں پیش کرتے ہیں۔ علماء کا عقیدہ بتائیں۔ چونکہ مجھے اور کام تھا۔ اس لئے میں نے اسے مولوی سرور شاہ صاحب کے سپرد کر دیا۔ کہ آپ اس سے باتیں کریں۔ آخر جب وہ باہر نکلا۔ تو سشن جج صاحب پاخانہ کر کے اندر آ رہے تھے۔ لوٹا ان کے ہاتھ میں تھا۔

اس سے بھی انہیں کچھ شرم سی محسوس ہوئی۔ وہ جلدی جلدی اندر داخل ہونے لگے۔ کہ مولوی صاحب ان سے لپٹ گئے اور کہا شکر ہے۔ آپ یہاں اہلسنت ہیں۔ غضب ہو گیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ انگریزی تعلیم یافتہ تھے اور سشن جج رہ چکے تھے۔ وہ اس حرکت کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ سخت گھبرائے۔ اور مولوی صاحب کو دھکا دیکر کہنے لگے۔ تمہیں کس طرح معلوم ہے۔ کہ میں وحی کے نزول کا قائل نہیں۔ کیسا بدتہذیب ہے۔ خواہ مخواہ چمٹ گیا ہے۔ جاؤ میں بھی احمدی ہوں۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔

یہ اس مدرسہ کے مدرس کی حالت تھی۔ جو آزادی اور آزاد خیالی کا جھنڈا اٹھانے والا سمجھا جاتا تھا۔

غرض ایک طرف تو مولویوں نے وحی کا سلسلہ اس لئے بند کر دیا۔ کہ ان کے نزدیک اس سے ختم نبوت ٹوٹ جاتی تھی۔ اور دوسری طرف

نو تعلیم یافتہ

لوگ جنہیں ختم نبوت سے واسطہ ہی نہیں۔ اور ہر بات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ اور جو اس بات کے تو قائل ہیں۔ کہ کوئی سلسلہ دنیا میں جاری ہو کر بند نہیں ہو جاتا۔ مگر وہ یہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ کہ کوئی اور طاقت ان کی عقلوں پر حاکم ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں وحی کا نازل ہونا تو الگ رہا وہ تو یہ بھی نہیں مانتے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر بھی وحی نازل ہوئی تھی۔ انبیاء کے متعلق وہ صرف یہ کہتے ہیں۔ کہ عقلمند اور ہوشیار انسان تھے۔ غور و فکر سے اچھی باتیں نکال لیتے تھے۔ اس قسم کا موقعہ اگر ہمیں بھی ملے۔ تو ہم بھی نکال سکتے ہیں۔ غرض انہوں نے ہمیشہ کے لئے ہی انکار کر دیا۔ کہ وحی کبھی نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔

ایسے نازک زمانہ میں

اسلام دو مصیبتوں میں

گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف خدا تعالےٰ کے متعلق تعطل صفات کا عقیدہ علماء میں پایا جاتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ سلسلہ وحی کو بند قرار دیتے تھے۔ اور دوسری طرف انگریزی خواں وحی الٰہی [illegible] اور پاک تصورات کا نام رکھ رہے تھے۔ ان کے نزدیک خدا تعالےٰ کی طرف سے آواز سنائی دینا یا نظارے دکھایا جانا درست نہیں تھا۔ بلکہ بات یہ تھی۔ کہ جب انسان سوچتا ہے۔ تو اس کے قلب پر جو خیالات منعکس ہوتے ہیں۔ اسی کا نام وحی رکھا جاتا ہے۔ ان دو مصیبتوں میں اسلام آیا ہوا تھا۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے۔ ایسے وقت میں کون تھا۔ جو اصلاح کر سکتا؟

کیا مولوی؟

ان کی طاقت تھی۔ کہ اس خرابی کی اصلاح کر سکتے۔ جن کا یہ خیال تھا۔ کہ سلسلہ وحی بند ہو چکا ہے۔ امید تو بڑی بات ہے ان مولویوں میں سے تو کوئی خیال بھی نہ کرتا تھا۔ کہ مجھ پر وحی نازل ہو سکتی ہے۔ پھر مایوسی تو الگ رہی۔ کہ انسان سمجھتا ہے۔ میں اس چیز کے قابل نہیں ہوں۔ کہ مجھے حاصل ہو۔ بلکہ مولوی تو یہ کہتے تھے۔ کہ جو شخص کہے۔ کہ مجھے وحی ہوتی ہے۔ وہ کافر ہے۔ کیا ایسے مولوی اس رخنہ کو بند کر سکتے تھے؟ جو شخص بھیڑیئے کو بکری سمجھ کر کان سے پکڑ کر لے آئے۔ اور لا کر بکریوں میں چھوڑ دے۔ کیا وہ یہ امید رکھ سکتا ہے۔ کہ اس کی بکریاں محفوظ رہیں گی۔ پھر وہ لوگ جو اس خیال کو جو اسلام کی بیخ کنی کرنے والا تھا۔ جب اسلام کا جزو بتاتے تھے۔ تو ان کے متعلق کس طرح امید کی جا سکتی تھی۔ کہ اس کے نقصان سے اسلام کو بچا سکیںگے

علماء کی تو یہ حالت تھی۔ دوسرا فریق نئی تعلیم حاصل کرنے والا تھا۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کا ہی منکر تھا۔ اس سے کیونکر امید ہو سکتی تھی۔ کہ اس مشکل کو حل کرے گا۔ جب ایسی حالت تھی۔ تو پھر یہ کہنا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی آنیوالے کی کیا ضرورت تھی۔ کیسی جہالت اور نادانی ہے۔ ذرا غور تو کرو

دنیا کی کیا حالت تھی

وحی کے متعلق دو قسم کے خیال پائے جاتے تھے۔ یا تو یہ کہ اب نہیں آسکتی۔ اور یا یہ کہ کبھی آئی ہی نہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نہیں نازل ہوئی تھی۔ یہ خیال ہی خیال ہے۔ جب مسلمان کہلانے والوں کی یہ حالت ہو۔ اور صوفیاء تک اسی میں مبتلا ہوں۔ سڑک پر چلتے ہوئے آواز آئی۔ تو کہدیا ہنفتر وہ [illegible] ہے۔ اس طرح وہ بھی وحی کو بند سمجھتے تھے۔ اپنے خیالات [illegible] فساد سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ کب اصلاح کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں

ایک ہی انسان

اصلاح کر سکتا تھا۔ اور وہ وہی ہو سکتا تھا۔ جو خود خدا تعالےٰ کا کلام سنے اور بتائے کہ یہ وحی ہے۔

پس اس اصلاح کے لئے ایک ہی شخص کھڑا ہو سکتا تھا۔ اور وہ وہی جو خود خدا تعالےٰ کی وحی حاصل کرے۔ اور یہ کام اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ بھلا سوچو تو وہ مولوی جس نے کبھی صحیح خواب بھی نہ دیکھی ہو۔ جس کے کان خدا تعالےٰ کی آواز سے قطعاً ناآشنا ہوں۔ کیا وہ کہہ سکتا تھا۔ کہ وحی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اور اگر وہ کہتا۔ تو اس کی بات سنتا کون۔ اور وہ کیا دلیل دیتا۔ قرآن کریم کی آیتیں پیش کرتا؟ یہ تو پہلے بھی موجود تھیں۔ پھر سلسلہ وحی کو بند کرنے کا عقیدہ کیوں پیدا ہوا۔ ایسے مولوی کی مثال وہی ہوتی۔ جو اس طرح مشہور ہے۔ کہ سکھوں کے زمانہ میں گیہوں لوٹ لی جاتی تھی۔ چونکہ فساد بہت پھیلا ہوتا تھا۔ اس لئے کھیتی باڑی کم کی جاتی تھی۔ اور گیہوں کی پیداوار کم ہوتی تھی۔ اور جو ہوتی تھی۔ اسے سکھ لوٹ کر لے جاتے تھے۔ تاکہ فوج کے کام آئے۔ اس وقت کے متعلق

ایک لطیفہ

بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ کوئی شخص مجلس میں کہہ رہا تھا۔ گیہوں کی روٹی بڑی مزے دار ہوتی ہے۔ سب لوگ حیران تھے کہ اس نے گیہوں کی روٹی کہاں کھائی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا۔ کیا کبھی تم نے گیہوں کی روٹی کھائی ہے؟ اس نے کہا۔ میں نے تو نہیں کھائی۔ میرے دادا صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ انہوں نے ایک آدمی کو گیہوں کی روٹی کھاتے دیکھا تھا۔ وہ پچا کے مار مار کر کھا رہا تھا۔

پس اگر کوئی مولوی یہ کہتا۔ کہ وحی جاری ہے۔ تو اس کی یہی مثال ہوتی۔ کہ ہمارے دادا صاحب ایسا کہتے تھے۔ اور ایسے کون مان سکتا تھا۔ اسے وہی جواب دیا جاتا۔ جو گیدڑ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ رات کو غار سے نکل کر کہتا ہے۔ پدرم سلطان بود اور دوسرے گیدڑ کہتے ہیں۔ تراچہ۔ تراچہ۔ تراچہ۔

پس اگر ایسے مولوی یہ کہتے بھی۔ کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے تو ان کے پاس کیا ثبوت تھا۔ اور ہمیں ان کے کہنے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ جس شخص نے خود

وحی کا مزہ

ہی نہ چکھا ہو۔ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ وہ بآواز بلند کہہ سکتا۔ کہ وحی جاری ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو اس الزام سے بری قرار دے سکتا۔ کہ دنیا میں چاہے کتنی بربادی اور سیاہ کاری پھیل جائے۔ وہ اپنا کلام نہیں نازل کر سکتا۔ اس بہت بڑے الزام سے اگر خدا تعالےٰ کی ذات کو پاک کر سکتا تھا۔ تو وہی جو مامور ہو۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ کوئی مولوی یہ اصلاح کر سکتا تھا۔ اور تو ہم کہتے ہیں۔ جتنی اصلاحیں حضرت مرزا صاحب نے کی ہیں۔ خواہ وہ بغیر وحی کے ہوں۔ اور لوگوں نے کیوں نہ نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ وہ اصلاحیں جو آپ نے بغیر وحی کے کیں۔ مولوی کر سکتے تھے۔ گو انہوں نے نہیں کیں۔ تو یہ اصلاح ایسی تھی۔ کہ جسے مولوی کسی طرح کر ہی

نہ سکتے تھے۔ یہ حضرت مرزا صاحب نے ہی بتایا ہے۔ کہ وحی اب بھی نازل ہو سکتی ہے۔ اور ہوتی ہے۔ اور اس کے بغیر کامل یقین اور ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی شخص رسول کو مان سکتا ہے۔ کون مان سکتا تھا۔ جس نے وحی نہیں سنی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی مسلمانوں کا سنی سنائی باتیں بیان کرنا ایسا ہی تھا۔ جیسے ہندوؤں میں نیل کنٹھ وغیرہ کے قصے مشہور ہیں۔ اگر اس قسم کے مزخرفات کو کوئی نہیں مان سکتا۔ تو اسبات کو کون مانیگا۔ کہ آج سے تیرہ سو سال قبل تو وحی ہوتی تھی۔ مگر اب نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ جو بات خدا تعالے کی طرف سے ہوتی ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ جس کی ضرورت ہو۔ وہ کبھی بند نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ یہ تو مانتے ہیں۔ کہ ۱۳ سو سال کے عرصہ میں جیسے علم ہیئت کے تغیرات کی ضرورت تھی۔ اسی طرح وحی کی ہے مگر کہا یہ جاتا ہے۔ کہ آئیندہ وحی کبھی آنے کی نہیں۔ اسبات کو کون عقلمند مان سکتا ہے۔ کہ پہلے کبھی وحی آیا کرتی تھی۔ بعد ازاں نہیں آتی۔ فطرت انسانی انہی باتوں کو تسلیم کرتی ہے۔ جو ہوتی رہتی۔ اور جن کے آئیندہ ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ پس یہ مشکل صرف

مامور من اللہ

ہی حل کر سکتا تھا۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ کوئی مولوی یا صوفی بھی اسے کر سکتا تھا۔ ساری دنیا کے مولوی اسے حل نہ کر سکتے تھے اور اگر حل کرنے کی کوشش کرتے۔ تو اور زیادہ پیچیدگی پیدا کر دیتے۔ وہ مولوی جو یہ کہتے۔ کہ ہمیں کبھی وحی نہیں ہوئی۔ وہ اگر کہتے۔ کہ وحی نازل ہوتی ہے۔ تو اس سوال کا کیا جواب دے سکتے۔ کہ کس پر نازل ہوتی ہے۔ اس طرح تو وحی کے نازل نہ ہونے کا یقین اور بڑھ جاتا۔ کہ جس سے پوچھا جائے۔ وہی کہتا ہے۔ مجھ پر نازل نہیں ہوئی۔ اسلئے یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ نازل ہوتی ہے ہر ایک عقلمند اسبات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ بغیر اس کے کہ الہام کا دروازہ کھلا ہو۔

اسلام اور ایمان

قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر اس زمانہ میں خدا تعالے کے مامور حضرت مرزا صاحب نہ آئے ہوتے۔ تو اسلام اور ایمان کبھی نہ ہوتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں قرآن دنیا سے اٹھ جائیگا۔ تو اس کا یہی مطلب ہے۔ الہام اٹھ جائیگا۔ جب کہا گیا کہ وحی نازل ہونا بند ہو گیا ہے۔ تو وحی آسمان پر چلی گئی۔ اور قرآن کے حرف الفاظ رہ گئے۔ اب حضرت مرزا صاحب نے جب یہ ثابت کر دیا۔ کہ وحی جاری ہے۔ تو الفاظ میں روح آ گئی ہ

پس جو شخص بے تعصبی سے غور کرے گا۔ اسے ماننا پڑے گا۔ کہ یہی اکیلا کام ایسا عظیم الشان ہے۔ کہ اگر ساری اسلامی دنیا حضرت مرزا صاحب کی شکر گزاری اور تحمید میں عمر بسر کر دے۔ تو بھی بہ تمام نہیں ہو سکتی ہ

عظیم الشان بشارت

احمدی جماعت کو مبارک ہو کہ قرآن پاک کا مستند ترجمہ تیار ہو گیا

آج احمدی جماعت سے حضرت مولانا المکرم مفسر قرآن جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی علمی فضیلت مخفی نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول و ثانی کی صحبت بابرکت نے مولانا موصوف کی علمیت کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ ترجمہ ایسے مستند عالم کی قلم سے ہوا ہے۔ گذشتہ تراجم میں جس قدر خرابیاں تھیں۔ اس ترجمہ نے ان کی کماحقہ تلافی کر دی ہے۔ جماعت میں جس قدر ایک مستند ترجمہ کی ضرورت تھی۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ الحمد للہ کہ مولانا المکرم کے اس ترجمہ نے جماعت کی ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اور اس کے لئے جماعت احمدیہ جس قدر بھی اللہ کریم کا شکریہ ادا کرے کم ہے۔ حضرت مولانا ممدوح نے اس قابل قدر ترجمہ میں کن کن امور کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اس کے لئے آپ صاحبان ذرا حضرت ممدوح کے اس مضمون کو ملاحظہ فرمائیے۔ جو درج ذیل ہے۔ اور جو صرف ہمارے لئے ہی پہلی دفعہ کیا ہے۔ اس سے قبل اور کوئی ترجمہ مولانا المکرم کی طرف سے شائع نہیں ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس وقت عام طور پر دو قسم کے قرآن مجید کے ترجمے ملتے ہیں۔ اول تحت لفظ جن میں الفاظ عربیہ کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا گیا ہے۔ مگر اس دوسری زبان کی ترکیب اور ساخت کو ترک کر کے عربی ترکیب اور ساخت اختیار کی گئی ہے۔ یا بلفظ دیگر الفاظ تو اردو یا فارسی وغیرہ کا ہیں۔ مگر ڈھانچہ اور قالب عربی ہے۔ اور یہی وہ نگارش اردو ہے۔ جس کی آج کل بجا طور پر تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب یہ الفاظ ایک زبان کے ہوں اور ڈھانچہ اور قالب دوسری زبان کا۔ اس کا مطلب نہ اس زبان والے سمجھیں گے کہ جس کے الفاظ ہیں۔ اور نہ اس زبان کے جس کا ڈھانچہ ہ دوم بامحاورہ تو اس کو اگرچہ لوگ سمجھ لیتے ہیں۔ مگر اس میں دو بڑے عظیم الشان نقص پائے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ مترجمین اپنا فقرہ چست کرنے اور محاورہ درست کرنے کے لئے جو چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ کے معانی میں کمی اور بیشی کر دیتے ہیں۔ جو ایک قسم کی تحریف ہے۔ اور قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف جائز نہیں۔ دوم۔ یہ بامحاورہ ترجمہ فی الحقیقت اس مفہوم کا دوسری زبان میں ادا کرنا ہے۔ جو کہ مترجم صاحب نے اس آیت یا جملہ اور فقرہ سے سمجھا ہوتا ہے نہ کہ اس آیت کے واقعی معنی۔ اگر میرے احباب میرے اس معروضہ کے بعد کسی ترجمہ بامحاورہ کو اٹھا کر کسی جگہ سے پڑھیں گے۔ تو ان کو میری بات کی ضرور تصدیق کرنی پڑے گی۔ پس پہلی اور نہایت اہم بات جو اس ترجمہ میں میں نے ملحوظ رکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ الفاظ قرآن کے معانی اردو زبان میں بلا کم و کاست بیان ہوں۔ اور اس کا ڈھانچہ اور قالب بھی حتی الامکان اردو ہی کا ڈھانچہ اور قالب ہو نہ کہ عربی کا۔ تاکہ دونوں قسم کے تراجم کے بیان شدہ نقائص سے پاک ترجمہ احباب کے ہاتھ آئے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ تراجم اور تفاسیر کے بیان کردہ معانی اور مطالب ایسے ہیں۔ کہ ان میں سے اکثر پر مخالفین کی طرف سے اعتراض وارد کئے گئے۔ اور وہ اسی وجہ سے وارد ہوئے ہیں۔ کہ وہ معانی اور مطلب غلط ہیں۔ کئی ایک ایسے ہیں۔ جو کہ خداوند کریم کی فعلی کتاب یعنی واقعات کے بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً انزل من السماء ماءً کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ اور بعض اس کے ایسے مفسر بھی ہیں۔ کہ ان کا بیان ہے۔ کہ آسمان پر چند نہریں ہیں اور بارش کے فرشتہ کے ہاتھ میں ایک چھلنی ہے۔ جس میں ان نہروں سے پانی بھر کر بہا دیتا ہے۔ پس یہ ترجمہ اور یہ تفسیر یقیناً واقعات کے خلاف ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے بھی خلاف ہے [illegible] ہے۔ [illegible] [illegible] ہیں۔ اور کثرت سے ایسے تراجم اور مطالب بیان شدہ ہیں۔ اور بعض مقامات پر ایسے تراجم ہیں۔ جو لغت کے خلاف ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو دوسری آیات کے ہیں۔ اور بعض کی رو سے خدائے قدوس پر یا اس کے پاک گروہ انبیاء پر بدترین نقائص اور الزام عائد ہوتے ہیں۔ خداوند تعالے کا کلام تو ان سب خرابیوں سے منزہ تھا۔ مگر ان مترجمین اور مفسرین کے غلط تراجم اور غلط تفاسیر کی وجہ سے تیرہ [13] صدیوں میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان کو سوائے خدا کے اس موعود کے کہ جس کی نسبت سرور کائنات

نے پہلے سے فرما رکھا تھا۔ کہ وہ حکم عدل ہوگا۔ اور کہ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من اہل فارس۔ اگر ایمان ثریا کے ساتھ لٹکا ہوا ہوگا۔ تو آل فارس سے ایک شخص اس کو لے آئیگا۔ اور کوئی رفع اور دفع نہیں کر سکتا تھا۔ پس میں نے حتی الامکان اسی حکم عدل یعنی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی خوشہ چینی سے خواہ وہ حضور سے بلا واسطہ زبانی یا آپ کی تحریروں سے یا حضور کے ہر دو خلیفوں کے واسطہ سے حاصل کیا تھا۔ اس کے مطابق اس ترجمہ کو لکھا ہے۔ اور اس کے بعض مشکل مقامات پر یا ایسے مقامات پر کہ جہاں کوئی اعتراض وارد کیا گیا تھا۔ یا کوئی غلطی واقع ہوئی تھی۔ مختصر نوٹ بھی لکھے ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو ان کو غور اور توجہ سے پڑھے گا۔ انشاء اللہ اس پر قرآن مجید کے دوسرے مشکل مقامات بھی حل ہو جائیں گے۔ اور دوسرے اعتراضات کو بھی رفع کر سکیگا۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے اس ترجمہ میں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ جن کو اس مختصر تحریر میں بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ پڑھنے والے خود معلوم کر لیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

محمد سرور بقلم خود منیجر مدرسہ احمدیہ

قادیان۔ شرفہا اللہ و عظمہا۔

لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ اعلیٰ اور صحت کا خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے ؛

۱۔ یہ قرآن مجید مترجم انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر تیار مل سکیگا۔ چھپائی ہو رہی ہے۔ صرف پہلا پارہ کچھ زائد چھپوا لیا گیا ہے (جو ۲/ پر مل سکتا ہے) کہ نمونہ دیکھ کر احباب خریدیں۔ اس کا حجم ایک انچ سے زیادہ نہیں ہوگا ؛

۲۔ اس سے پہلے اس قسم کے ترجمہ کا اور ایسی خوبیوں والا قرآن مجید قادیان سے کبھی کسی نے شائع نہیں کیا ؛

۳۔ پیشگی روپیہ دینے والوں کو ۳ روپیہ میں قرآن مجید مترجم بلا جلد دیا جاوے گا۔ قرآن مجید تیار ہو جانے پر قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حتی الامکان چار روپیہ فی جلد سے زیادہ قیمت نہ رکھا جانے کا خاص خیال رکھا جائے گا ؛

۴۔ جلد کے لئے خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے۔ ۸/ سے لے کر عنہ روپیہ تک کی جلد آرڈر ملنے پر کرا سکیں گے ؛

۵۔ علاوہ ازیں اسی سائز کا معرا قرآن کریم ماہ نومبر میں تیار ہو جاوے گا۔ اس کا حجم پون انچ ہوگا ؛

المشتہر

محمد اسمٰعیل محمد عبد اللہ تاجران کتب

قادیان۔ گورداسپور۔ پنجاب ؛

ممالک غیر کی خبریں

جمال الدین الحسینی نے جو فلسطین کی لجنة التنفیذیہ کے ممبر ہیں۔ اور جنہوں نے مظالم دمشق کے متعلق سب سے پہلا تار بھیجا تھا۔ یہ دوسرا تار حکیم اجمل خاں صاحب کے نام بھیجا ہے۔ "بالتحقیق معلوم ہو گیا۔ کہ دمشق کے کئی مزارات کو نقصان پہونچا ہے۔ بہت سی نادر زمانہ اور بے بہا اسلامی یادگاریں ضائع ہو گئیں۔ مخفی و بیقاعدہ (گوریلا) لڑائی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ خانماں برباد باشندوں کی حالت حد سے زیادہ قابل رحم ہو گئی ہے۔ کیونکہ سردی کا موسم شروع ہو چکا ہے" ؛

مندرجہ ذیل بحری تار مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کو بیت المقدس کی مجلس اسلامیہ اعلیٰ (سپریم مسلم کونسل) کی جانب سے وصول ہوا ہے :- "فرانسیسی فوجوں نے ستاون گھنٹوں تک دمشق پر گولہ باری کی۔ شہر کا بہت سا حصہ منہدم ہو گیا۔ بھاگ کر آنے والوں کا بیان ہے۔ کہ پچیس ہزار آدمی مکانات کے نیچے دب کر مدفون ہو گئے۔ فرانسیسی خبروں کو دبا رہے ہیں۔ لاکھوں انسان بے گھر پھر رہے ہیں۔ نقصانات کے خیال تک سے ہول پیدا ہوتا ہے۔ فوری مالی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ فلسطین جو کچھ کر سکتا ہے کر رہا ہے مقدس شہر کی طلب امداد کی صدا پر ضرور لبیک کہنا چاہیئے ؛

لنڈن۔ ۳۱ را کتوبر۔ پیرس کا ایک اخبار "پیٹی ژرنال" نے دمشق کا ایک پیام شائع کیا ہے۔ جو مظہر ہے۔ کہ تمام ملک شام کو تخویف زدہ کر دیا گیا ہے۔ مسلمانان شام ہر جگہ بغاوت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بدوؤں کی جماعتیں ملک کو لوٹ رہی ہیں۔ اور ان گاؤں میں جہاں عیسائی آباد ہیں۔ اپنا بدلہ لے رہی ہیں۔ دمشق کی عیسائی آبادی میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ جو لوگ جان سے مرے ہیں۔ ان میں بہت سے عیسائی بھی ہیں جو زیادہ تر یا تو مسلمانوں کے محلوں میں رہتے تھے۔ یا ان افرادن کی غلطی کا نشانہ ہوئے۔ جو جنگی ٹینکوں کا استعمال کر رہے تھے ؛

طہران ۳۱ را کتوبر۔ مجلس نے اپنے تازہ اجلاس میں ایک تجویز پاس کی۔ جس کی رو سے موجودہ حکمران قاچار کو معزول کر دیا ہے۔ اور قومی نظام دستوری کے تحت عارضی حکومت سردار رضا خاں کے ہاتھوں میں دے دی گئی ہے ؛

آسفرڈ ۳۱ را کتوبر۔ یونانی بلغاری سرحد کا ایک پیام مظہر ہے۔ کہ یونان نے بلغاریہ کے جس علاقہ پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ بلغاری فوجوں نے آج پھر برطانوی فرانسیسی اور ایطالوی سیاسی اتاچیوں کی نگرانی میں قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے ؛

قاہرہ۔ ۲۹ را کتوبر۔ یہاں ایک سرکاری حکم کی وجہ سے جس میں تمام سیاسی انجمنوں کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک ماہ

ہندوستان کی خبریں

حکیم اجمل خاں صاحب صدر مرکزی خلافت کمیٹی نے مندرجہ ذیل تار لیگ اقوام کے سیکرٹری جنرل کو جنیوا ارسال کیا ہے :- "مسلمانان ہند نے ان ہولناک کارروائیوں کا حال جو شام میں اور بالخصوص دمشق میں کیگئی ہیں۔ انتہائی غم و غصہ کیساتھ سنا ہے۔ اور جہاں وہ اس حکمبردار سلطنت کے خلاف احتجاج بلند کرتے ہیں۔ جو ایسے مظالم اور ایسے غیر انسانی برتاؤ کے لئے ذمہ وار ہے۔ وہاں وہ لیگ اقوام سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ فوراً اس عہد تخویف کا خاتمہ کر دے۔ جو اس وقت شام میں موجود ہے۔ اگر لیگ دنیا کے امن و سکون کا آلہ بننا چاہتی ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ علاقہ جات مندوبہ کے لوگوں کو پھر آزادی دلا دے ؛

مہاتما گاندھی نے تازہ "ینگ انڈیا" میں اخبار "انڈین ڈیلی میل" بمبئی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔ اس وقت مجھے کوئی امید نہیں۔ کہ میں کسی مستقبل قریب میں عام طور پر سول نافرمانی جاری کر سکوں گا ؛

کلکتہ کا اسقف اپنے سالانہ معائنہ کے دوران میں دو وسیع علاقوں کا ہوائی جہاز میں سفر کرے گا۔ ہندوستان کا یہ پہلا پادری ہے۔ جو طویل مسافتوں کی وقت کو اس طریقہ سے حل کرے گا۔ سفر کے موجودہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس سالانہ معائنہ میں آٹھ ماہ صرف ہو جاتے ہیں ؛

۱۶ را کتوبر ۱۹۲۵ء کے پنجاب گزٹ میں انڈین سول سروس کے اس امتحان مقابلہ کے ضوابط شائع ہوئے ہیں۔ جو ۱۹۲۶ء میں لنڈن میں منعقد ہوگا۔ اس امتحان کے لئے جس قدر اشخاص منتخب کئے جائیں گے۔ ان کی تعداد آئیندہ شائع کی جائے گی۔ امیدواروں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی درخواستیں صاحب سیکرٹری سول سروس کمیشن۔ برلنگٹن گارڈنز۔ لنڈن۔ ڈبلیو۔ آئی کے پتہ پر ۱۵ رمئی ۱۹۲۶ء تک ارسال کر دیں ؛

مظفر خاں۔ ڈائرکٹر۔ محکمہ اطلاعات۔ پنجاب

مولانا شوکت علی نے صدر مجلس اقوام کے نام حسب ذیل تار دیا ہے۔ "مہربانی کر کے شام سے فرانسیسی سیادت منسوخ کر دیجئے اور اس وحشیانہ قتل عام کو جو مسلم آبادی پر جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ہو رہا ہے بند کر دیجئے۔ فرانس اور یورپ نے اپنی بربریت کی حرکات سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ حکم برداری پر قائم رہنے کے ناقابل ہے ؛

بمبئی ۲ رنومبر۔ بمبئی کارپوریشن نے شہر کے دو حلقوں میں جبری تعلیم کے قانون کا نفاذ کر دیا ہے۔ مسلمان لڑکیاں اس قانون سے مستثنیٰ ہیں ؛